سالانہ قیمت ۳؎

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم۔ اے۔ ایڈیٹر
(مینو منزل وارث روڈ) لاہور
پادری غلام مسیح صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر
پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب
ایم۔ اے (ایمپرس روڈ۔ لاہور) مینیجر

جملہ خط وکتابت و ترسیل زر
بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیئے
اور مضامین و اشتہارات
وغیرہ برائے اندراج بنام ایڈیٹر
ارسال فرماکر ممنون فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دُنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۵۰	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۴۔ اگست سنہ ۱۹۲۲ء	نمبر ۳۱

قطعات

مولینا مولوی نصیر الدّین صاحب نصیر کرنالوی

کب مجھکو رنجِ دوریٔ منزل نہیں رہا
اللہ رے دل کہیں کبھی مبدل نہیں رہا
جب سے تجلّیٔ رخِ جاناں نظر میں ہے
کچھ لُطفِ رونقِ مہِ کامل نہیں رہا
جس نے سُنی ہے نعتِ شہِ انبیا نصیر
دلدادۂ سرودِ عنادل نہیں رہا

گر میسر نہ مجھے جلوۂ جاناں ہوتا
کیوں میں سرتا بقدم دیدۂ حیراں ہوتا
پرتوِ نورِ ازل ہوتا نہ گر جلوہ نما
میں گرفتارِ بلائے شبِ عصیاں ہوتا
بوالہوس سوزِ محبت سے ہے محروم افسوس
ورنہ ہر داغ جگر مہرِ درخشاں ہوتا

رشکِ ہمطرحی صورت نہ کہیں ہو پیدا
کہدو آئینہ نہ وہ یوسفِ ثانی مانگے
خیر چاہے جو نصیر اہلِ ریا سے رہ دُور
ان کا مارا ہوا دُنیا میں نہ پانی مانگے

بیجا ہے شکوۂ ستمِ اہلِ روزگار
بس احترازِ دارِ مکافات چاہیئے
انجامِ دوستدارئی یاراں ہو اعتماد
اہلِ جہاں سے ترک ملاقات چاہیئے
نیکی کی راہ گر ہے بہت تنگ غم نہیں
عاشق کو آرزوئے محالات چاہیئے
مرغوب دل کو ماتمہٗ رنج ہے نصیر
ہم غمزدوں کو دعوتِ آفات چاہیئے

دو بُرے۔ پولیس والے اور مسیحی

ہم مندرجہ ذیل مضمون جو نیک نیتی سے رفع شکایت کی غرض سے لکھا گیا ہے درج اخبار کرتے ہیں۔ قوی اُمید ہے کہ حضور بندے ماترم شکایت کو رفع فرمائینگے ایڈیٹر

ناظرین کرام نور افشاں نے اشاعت مجریہ ۲۴ جولائی میں بندے ماترم سے مقتبس ایک مضمون بعنوان "پولیس والوں اور عیسائیوں کو مکان دینے سے انکار" پڑھا ہوگا چونکہ ایڈیٹر بندے ماترم کے خیالات۔ شدید بدظنی اور مسیحوں کی نسبت غلط فہمی پھیلانے کا امکان رکھتے ہیں اور نور افشاں نے انکو تمام وکمال شائع کرکے یہ مختصر سا نوٹ لکھ کر خلاصی کرالی کہ "اگر مزنگ والوں نے بندے ماترم کی صلاح نہ مانی تو پولیس اور لاہوری عیسائیوں کو ابھی آسمان کی فضا میں کہیں رہائش کا بندوبست کرلینا چاہیئے۔ کیونکہ اہلِ مزنگ بگڑے ہیں"۔ سو ہم مجبور ہیں کہ بندے ماترم کے اوہام باطلہ و اتہامات فاسدہ کے ازالہ کے لئے قلم اٹھائیں۔ کیونکہ اُس نے کھینچ تان کر عیسائیوں کے سوشل بائیکاٹ کو واجب ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔

ہم نے ۸ جولائی کو بندے ماترم کے دفتر میں مزنگ کے ایک محلہ میں پولیس والوں اور عیسائیوں کو مکان نہ دینے کا تہیہ کرنے اور اصل واقعہ کی تفصیل کو قلمبند کیا اور آخر میں لکھا کہ "ہم اِن دردمندان قوم سے جو اتحاد کا راگ گاگا کر مسیحوں کو آئے دن دعوتیں دیتے رہتے ہیں درخواست کرتے ہیں کہ اصلیت معلوم

کر کے جواب دیں ورنہ عیسائیوں کو دعوت دینے کی جرأت نہ کریں اگر بلا تحقیق امر واقعہ جواب دیا گیا تو ہم پھر لکھینگے:

(۱) یہ نوٹ ۷ جولائی کی اشاعت بندے ماترم میں شائع ہوا جس کے لئے ہم اڈیٹر صاحب بندے ماترم کے شکرگذار ہیں۔ مگر افسوس کرتے ہیں کہ بلا تحقیق امر واقعہ اُنھوں نے جھٹ جواب لکھنے کی سر توڑ کوشش کی اور اندھی حمایت میں مسیحی جماعت پر بے جا الزام تھوپ دیئے۔ جس سے ہمارے خیال کو زبردست تقویت ہوئی کہ سوراج اور سودیشی کا سارا زور تحریر اور تقریر میں ہے۔ مگر تعمیل ذرا ابھی نہیں۔ نہ تو اڈیٹر صاحب بندے ماترم کو حوصلہ ہوا کہ دفتر سے اُٹھ کر مزنگ جاکر واقعہ کی تحقیقات کریں اور نہ ہی دردمندان قوم یعنی کانگرس کے لیڈروں سے ہو سکا کہ جس لاہور میں اُنہوں نے لاتعداد نام نہاد اچھوت جاتیوں سے میل ملاپ کیا اور اُن کو اپنے کنوؤں پر چڑھنے کی اجازت دی۔ اُس میں دیسی مسیحیوں کے اس سوشل بائیکاٹ کو جاکر ملاحظہ کریں اور ہم کو جواب دیں۔ زبانی طور پر تو اڈیٹر صاحب بھی انگلی کٹاکر شہیدوں میں داخل ہو گئے۔

(۲) ہمارے نوٹ کو شائع کرتے ہوئے حاشیہ آرائی کا سلسلہ اڈیٹر صاحب نے اس طرح شروع کیا ہے کہ "اس چٹھی سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو طبقے قومی مفاد کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو عوام میں اچھی نظر سے دیکھا نہیں جاتا"۔ اس دعوے کا بار ثبوت اڈیٹر بندے ماترم کے سر پر ہے کہ مسیحی قومی مفاد کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگر صرف عیسائی ہونا کسی کو محلہ سے خارج کر دینے کو کافی روا ہے تو خیر۔ مگر مسیحیوں نے قومی مفاد کی حمایت میں اپنا حصہ رسدی کا حق ادا کر دیا ہے۔ مسٹر جارج جوزف۔ مسٹر پال فضلدین۔ مسٹر شوکس اور مسٹر اینڈریوز سب وہ مبارک مسیحی ہستیاں ہیں جنھوں نے قومی مفاد کی حمایت پر دنیا کی تمام نعمتوں کو قربان کر دیا ہے۔ مسٹر پال فضلدین کو بندے ماترم ہی جیل میں چھوڑ آیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ مسیحی قومی مفاد کے مخالف ہیں۔ کسی دیرینہ اشاعت بندے ماترم میں لاہور کے نامور مسیحی مسٹر مکائیل صاحب نے "دیسی مسیحی اور قومی تحریک" کے عنوان سے مسیحی قوم کو کانگرس کے عملی کام میں شمولیت کی دعوت دی تھی۔

(۳) ہاں اگر اختلاف رائے کو قومی مفاد کی مخالفت کہا جاتا ہے تو بیشک موجودہ طریقہ حصول سوراج سے مسیحی جماعت کو ضرور اختلاف ہے۔ مگر مسئلہ سوراج کی حقیقت نفس الامری سے اُسے پورا پورا اتفاق ہے لاہور کا پرچہ پنجابی جو زیر اڈیٹری صوفی لچھمی پرشاد صاحب شائع ہوتا ہے موجودہ قومی تحریک کا جانی دشمن ہے۔ تمام ہندوستان کے ماڈریٹوں کو انتہا پسندوں سے اختلاف ہے۔ مگر اس بنا پر اُن سے ہرگز سوشل بائیکاٹ نہیں کیا جاتا ہم تجربہ سے کہتے ہیں کہ جو شخص پنجابی کا پرچہ فروخت کر رہا تھا وہی اخبار بندے ماترم کا ایجنٹ ہے۔

(۴) ابھی کل کی بات ہے کہ آل انڈیا کرسچن کانفرنس منعقدہ لاہور نے فیصلہ کیا کہ سودیشی کو رواج دیا جائے جس کی تعمیل میں اب لاہوری مسیحی مستورات نے "سایہ" کو دور کر کے ساڑھی پہننی شروع کر دی ہے۔ ہر طرف ساڑھیاں ہی ساڑھیاں نظر آتی ہیں۔ مگر "سایہ" کا سایہ بھی نہیں ملتا اور حقیقی اور عملی قومی مفاد کی حمایت اسکو کہتے ہیں۔

(۵) نہ ہی عدم تشدد عدم تعاون کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ جن ملکی قوموں کو کسی امر میں اختلاف ہو۔ اُن کو بذریعہ تشدد اور بائیکاٹ نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کر لیا جائے اگر کانگرس ہندی مسیحیوں کو ہندی قوم کا ایک جزو تسلیم کرتی ہے تو حامیان اتحاد آج ایسا سخت معاندانہ اور جابرانہ سلوک روا رکھنے میں ہرگز حق بجانب نہیں ہیں۔ اگر آج اُن کو محلہ بدر کیا جاتا ہے تو کل شہر بدر اور سوراج مل جانے پر ضرور ملک بدر کر دینے کا فیصلہ ہو جائیگا۔ عدم تشدد کا تشدد بہت بڑا ہے۔

(۶) اگر ظاہری شور و غل اور نمائشی چیخ و پکار کے معاملہ میں ہندی مسیحی شامل نظر نہیں آتے تو بھی اُن کا رویہ قومی مفاد کے ہرگز مخالف نہیں ہے اور جہاں تک اُن کو اتفاق ہے وہ ہندی متحدہ قوم سے ہمدردی کا اظہار کرتے چلے آئے ہیں۔

(۷) ایک الزام ہندی مسیحی جماعت پر یہ بھی لگایا گیا ہے کہ اُنھوں نے اپنی قسمت کو یورپینوں سے وابستہ کر رکھا ہے چنانچہ ریلوے ٹرینوں میں درمیانہ درجہ کے جو کمرے یورپین اور اینگلو انڈین لوگوں کے لئے ہوتے ہیں اُن کمروں میں کسی مسیحی ہندوستانی کی موجودگی اُن کے لئے بدرجہ غایت ناقابل برداشت ہوتی ہے"۔ یہ بالکل غلط الزام ہے حقیقت یہ ہے کہ یورپین لوگوں نے ہرگز ہم کو اپنی جماعت میں داخلہ کی اجازت نہیں دی مساوات مذہبی اور شے ہے اور پولیٹیکل مساوات امر دیگر۔ درمیانہ مخصوص کمروں میں ٹوپی کا گذر ہے۔ دیسی عیسائیوں کا نہیں۔ ہمارے معزز اڈیٹر بندے ماترم کو یورپین اور اینگلو انڈین لوگوں سے شکایت ہوگی کہ اُن کو اپنے کمرہ درمیانہ میں اُنہوں نے گھسنے نہ دیا۔ مگر ہندوستانی عیسائیوں پر غصہ نکالنا فضول ہے۔ کیونکہ اینگلو انڈین اور ہیں۔ اور ہندی مسیحی اور۔ دیسی لباس میں ایک دیسی عیسائی مخصوص درمیانہ درجہ میں اُسی طرح نہیں گھس سکتا جس طرح اڈیٹر بندے ماترم ہم اڈیٹر صاحب کو مشورہ دیتے ہیں کہ بیشک گو اکثر ہندو مسلمان صاحبان نے انگریزی لباس اور ٹوپی پہن رکھی ہے۔ مگر دیسی عیسائی کا مروجہ لباس دیکھنا ہو تو مسٹر کے۔ ایل رلیارام۔ بی۔ ایل رلیارام۔ نجم الدین وغیرہ صاحبان جیسی معزز اور مقتدر ہستیوں کو دیکھیں جو کہ قوم کے لیڈر ہونے کا فخر رکھتے ہیں۔

(۸) قومی مفاد کی مخالفت میں زبردست ہاتھ عدم اتحاد کا ہوتا ہے۔ نہ صرف عیسائی ہونے کا۔ (دیکھئے صفحہ ۱۱)

نورافشان

مطبوعہ ۔۴۔ اگست ۱۹۲۲ء

عدم تعاون
یا
عدم مزاحمت یا عدم مقابلے کا اصول

ہم پیشتر کسی اشاعت میں پیغام صلح کے کسی پادری کی تحریر کا جواب دیکر بتلا چکے ہیں کہ قوی کے مقابل کمزور کے جینے کا دنیا میں وہی اصول ہے جو انجیل نے بیان کیا ہے۔ مدیر پیغام صلح نے اپنی ماندہ اشاعت میں ہم سے صرف اس قدر اور استفسار فرمایا ہے۔ کہ

ہم اپنے لائق ہمعصر سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آیا جناب مسیح محض کمزوروں ہی کو تعلیم دینے آئے تھے یا طاقتوروں کو بھی کوئی نصیحت اُنہوں نے کی ہے؟ کیا ہمارا الائق ہمعصر ایسی تعلیم جو زور و طاقت رکھنے والوں کو دی گئی ہے اناجیل سے نقل کرکے ہمیں ممنون فرمائینگے۔ تاکہ ہم سمجھ سکیں کہ آج جو مسیحی سلطنتیں اپنی طاقت و غلبہ کے ذریعہ سے ایک دوسرے کو کھائے چلی جارہی ہیں۔ بلکہ دنیا جہان کو کھاجانا چاہتی ہیں۔ یہ اناجیل کے عین مطابق ہے۔ اُس کا یہ عمل مسیحیت کے خلاف نہیں جیسا کہ اُن پادری صاحب کا جن کا مضمون ہم نے ترجمہ کیا خیال تھا"

نورافشان

انجیل مقدس میں خدا کی بادشاہت ایک وسیع اور بنیادی مضمون ہے۔ دنیا میں اس کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک صورت دنیوی حکومتوں اور بادشاہتوں میں ظاہر ہے۔ یسوع مسیح نے ان حکومتوں کو منجانب اللہ بتلایا ہے۔ یوحنا ۱۹: ۱۱ اور آپ نے حاکم اور زورآور کی یوں تعریف کی ہے۔ مگر یسوع نے اُنہیں پاس بلاکر کہا تم جانتے ہو کہ غیر قوموں کے سرداران پر حکومت چلاتے اور امیران پر اختیار جتاتے ہیں تم میں ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادم بنے اور جو تم میں اول ہونا چاہے وہ تمہارا غلام بنے۔ متی ۲۰: ۲۶۔ ۲۸۔

خداوند یسوع مسیح کے زمانے میں دنیا کی اقوام کے تمام حکمران محکوم اقوام کے خدا تھے وہ خدا اور خدا کا اوتار مانے جاتے تھے محکوم اقوام ان حکمرانوں اور اُن کے بتوں کو پوجتی تھیں۔ قربانیاں چڑھایا کرتی تھیں۔ قیصر روم کی یہی حیثیت تھی۔ دنیوی حکومت کے حکمرانوں نے جو در حقیقت خدا اور انسان کے خادم تھے۔ خدا کو چھوڑ کر اپنے آپ کو محکوم اقوام کا معبود بنا رکھا تھا۔ پس خدا کی بادشاہت کی دنیوی حکومت کی شاخ الٰہی مقصد کے اظہار کی طرف سے مُردہ ہو چکی تھی۔ جسے پھر زندہ کرنے کی ضرورت تھی آیات بالا میں اسے دوبارہ زندہ کرنے والا اصول موجود ہے۔ خدا کی بادشاہت کی دوسری شاخ اخلاق اور مذہب کی صورت میں رونما چلی آئی تھی۔ یہودی قوم میں خدا کی بادشاہت کی یہ شاخ یسوع مسیح کی تشریف آوری کے ایام تک انتہا درجہ کے زوال کو پہنچ چکی تھی۔ یہودی قوم میں الٰہی مذہب کی وہی صورت رہ گئی تھی جو انجیل نے بیان فرمائی ہے پس خداوند یسوع مسیح کے زمانہ میں خدا کی بادشاہت کے دونوں ظہور اپنے مقصد کی تکمیل میں مردہ ہو چکے تھے۔

خداوند یسوع مسیح نے خدا کی بادشاہت کی دونوں شاخوں کی اصلاح اور درستی ایک ہی اصول سے شروع فرمائی۔ وہ اصول مندرجہ صدر آیات میں بیان ہوا ہے وہ یہ کہ جو تم میں بڑا ہوا چاہے وہ چھوٹے کا خادم بنے"۔ انجیل کے اس اصول نے غیر مسیحی اقوام کے تمام بادشاہوں کو جو پیشتر ان اقوام کے معبود تھے اقوام کے خادم بنا دیا۔ وہ جو خدا کی طرح قادر و قوی سمجھے جاتے تھے معمولی انسان بنا دیئے گئے۔ وہ جو ہمیشہ پشت در پشت آپ کو بنی آدم کا مخدوم سمجھتے آتے تھے خادم بن گئے یورپ کے مسیحی حکمران آج بھی اقوام کے معبود نہیں ہیں بلکہ خادم ہیں۔ جو حکمران قوم کی اچھی خدمت کرتا ہے وہ قوم کی نظروں میں عزت پاتا ہے۔ جو اچھی خدمت نہیں کرتا وہ رد کیا جاتا ہے۔

یورپ میں کوئی ایک قوم حکمران نہیں ہے۔ بلکہ متعدد مسیحی اقوام ہیں جو اپنی اپنی حکومت رکھتی ہیں۔ ان میں صرف یہی بات دیکھنے کی نہیں ہے کہ یہ اقوام آپس میں کیسے تعلقات رکھتی ہیں اور یہ کہ تمام مسیحی اقوام باہم ملکر غیر مسیحیوں سے کیسے تعلقات رکھتی ہیں۔ بلکہ ان مسیحی اقوام میں یہ بات بھی دیکھنے کی ہے کہ ہر ایک مسیحی حکمران قوم اپنی زندگی و حیات کی بقا کے لئے جو کچھ کرتی ہے وہ مسیحیت کے موافق ہے کہ نہیں؟ خود حفاظتی کا حق مسیحیت نے افراد کو اور خاندانوں اور قوموں کو دیا ہے خداوند نے فرمایا ہے "کہ تم سانپوں کی طرح ہوشیار اور کبوتر کی طرح بے عیب رہو" پس اگر آپ ہر ایک حکمران مسیحی قوم سے خود حفاظتی کا حق ضبط کرنا چاہیں تو آپ یہ کر نہیں سکتے ہیں۔ لہٰذا مسیحی حکمران اقوام اپنی اپنی حفاظت کرنے میں مسیحیت کے خلاف نہیں بلکہ عین موافق ہیں

باقی رہا غیر مسیحی اقوام سے مسیحی حکمران اقوام کا سلوک اس کی بابت اس قدر عرض کرنی ہے کہ مسیحی اصول یہی ہے کہ جو قوم یا خاندان یا فرد اپنی آپ حفاظت کر نہیں سکتا۔ ضروری امر ہے کہ یا تو وہ خود بخود مٹ جائے یا دوسرے کی حفاظت میں جائے۔ جو اقوام اس وقت اپنی آپ حفاظت

کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ ان کا یا ان کے افراد کا مسیحی حکمران اقوام پر کیا طعن؟ وہ تو خود مطاعن کے نیچے ہیں مسیحی اقوام ایسی اقوام کی حفاظت کا ذمہ لیکر مسیحیت کے ہرگز خلاف نہیں کرتی ہیں۔ کیونکہ کمزوروں کی مدد کرنا مسیحیت کا اصول ہے۔

مزید براں مسیحیت نے زور آور کو اپنی تلوار میان میں رکھنے کی صاف تعلیم دی ہے۔ اُس نے کسی کو تلوار رکھنے سے منع نہیں کیا پر تلوار چلانے سے منع کیا ہے۔ یہ اشارہ پھر خود حفاظتی پر ہے۔ پس مسیحی حکمران اقوام کو اور خاندانوں کو اور افراد کو خود حفاظتی کا حق مسیحیت نے دیا ہے۔ لیکن مذہبی میدان میں خود حفاظتی عدم مزاحمت یا عدم مقابلے میں افضل سمجھی گئی ہے۔ کیونکہ مظلوم کے لئے کورٹ یا کچہری دادرسی کے لئے موجود ہے۔ اگر کوئی مظلوم اس سے فائدہ اُٹھانا چاہے تو اُٹھا سکتا ہے۔

اس پر کہا جاتا ہے کہ مسیحی حکمران اقوام خود حفاظتی کا اختیار رکھتی ہوئیں آپس میں لڑکر مر رہی ہیں۔ یہ مسیحیت کے موافق نہیں۔ غیر مسیحی اقوام کو اپنے قبضے میں کئے جاتی ہیں یہ بات بھی مسیحیت کے موافق نہیں ہے۔ جواب میں گذارش ہے کہ خود حفاظتی میں جنگ وجدل اور فتح و شکست اور نفع نقصان کا حصول ناگزیر ہے۔ چونکہ یورپ میں کوئی ایک مسیحی قوم حکمران نہیں ہے۔ بہت سی قومیں حکمران ہیں۔ ان میں سب سے پہلے یہ بات دیکھنے کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک قوم خود حفاظتی کے اصول کی پابند ہوکر اپنی آپ حفاظت کرتی ہے یا نہیں؟ اور اعلیٰ قوت وطاقت کے ساتھ اپنی اپنی حفاظت کرتی ہیں یا نہیں؟ ان میں ضرور جنگ ہوتے ہیں اور ہونگے اور یہ خود حفاظتی کے اصول کی پابندی کا ثبوت ہیں۔ یہ جنگ اس قوم کو مٹا دینگے جو اپنی آپ حفاظت نہیں کرسکتی۔ اگر کہا جائے کہ یہ مسیحی اقوام غیر مسیحی اقوام کو کھائے جاتی ہیں یہ مسیحیت کے خلاف ہے تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ناقابل اور کمزور قوم یا خاندان یا فرد کا جو اپنی آپ حفاظت نہ کرسکتا ہو مع حکومت واقتدار ہونا ہی اُس کی حماقت ہے۔ وہ قوی کے زیر سایہ زندگی بسر کرے۔ ایسی کمزور غیر مسیحی اقوام پر قوی مسیحی اقوام کی حکمرانی اُن کمزوروں کی مدد ہے مسیحیت کمزوروں کی مدد کرنے کی نصیحت کرتی ہے۔

پس ہم نے خدا کی بادشاہت کے دونوں پہلو دکھا دیئے۔ ایک پہلو جلالی اور اقتداری ہے یہ مسیحی اور غیر مسیحی حکومتوں کے سلسلے میں چلا آتا ہے۔ اس سلسلے میں حکام صرف مسیحی ہی نہیں بلکہ ایسے غیر مسیحی حکام بھی شامل ہیں جو دراصل خدا اور انسان کے خادم ہیں۔ جو خدا کی مرضی کے موافق حکومت کرینگے وہ خدا اور خلق میں مقبولیت پائینگے نافرمان وخودغرض فنا ہونگے۔ دوسرا پہلو مسیحیت یا مسیحی دین کا ہے یہ خدا کی بادشاہت کا جمالی پہلو ہے۔ اسی سلسلے میں اقتدار کو مخفی رکھا گیا ہے خدا کی بادشاہت کا دینی انتظام دین کے خادموں کے سپرد کیا گیا ہے۔ پس جو جلال وجمال میں فرق ہے وہی فرق ان دونوں انتظاموں میں ہے۔ پس آپ غور سے دیکھیں کہ حکومتوں کے نقائص اس کے عاملوں کی بدعملی کے بجائے مسیحیت کے نقائص وعیوب کیسے قرار پاسکتے ہیں؟ اس پر پھر سوچئے۔

سوال وجواب

گذشتہ سے پیوستہ

سوال - بنی اسرائیلیوں کو بیابان میں روحانی خوراک اور روحانی پانی کہاں سے ملا۔

جواب - اور سب ہی نے اس بادل اور سمندر میں موسےٰ کا بپتسمہ پایا اور سب نے ایک ہی روحانی خوراک کھائی اور سب نے ایک ہی روحانی پانی پیا کیونکہ وہ اس روحانی چٹان میں سے پیتے تھے۔ جو اُن کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ اور وہ چٹان مسیح تھا۔ ۱ کرنتھیوں ۱۰: ۲-۴۔

سوال - رسولوں اور انبیاؤں کے بنیاد کی نیو کے کونے کے سرے کا پتھر کون ہے۔

جواب - اور رسولوں اور نبیوں کی نیو پر جس کے کونے کے سرے کا پتھر خود یسوع مسیح ہے تعمیر کئے گئے ہو افسیوں ۲: ۲۰۔

سوال - فیلبوس نے حبشی خوجہ کو کتاب مقدس کا کونسا مقام ہوتے سُنا۔

جواب - پس فیلبوس نے اس طرف دوڑ کر اسے یشعیاہ نبی کا صحیفہ پڑھتے سُنا اور کہا کہ جو تو پڑھتا ہے اُسے سمجھتا بھی ہے۔ اعمال ۸: ۳۰۔

سوال - جب اُس سے دریافت کیا گیا کہ جو تو پڑھتا ہے سمجھتا بھی ہے تو خوجہ نے اُسے کیا جواب دیا۔

جواب - وہ بولا یہ مجھ سے کیونکر ہوسکتا ہے۔ جبتک مجھے کوئی ہدایت نہ کرے اور اُس نے فیلبوس سے درخواست کی کہ میرے پاس آبیٹھ اعمال ۸: ۳۱۔

سوال - فیلبوس نے کیا کیا۔

جواب - فیلبوس نے اپنی زبان کھول کر اسی نوشتے سے شروع کیا اور اُسے یسوع کی خوشخبری دی۔ اعمال ۸: ۳۵۔

نوٹ - باوجود اس کے کہ مسیح کا ذکر پرانے عہدنامہ میں بار بار آیا ہے۔ تو بھی یہودیوں نے اُسے قبول نہ کیا۔ یہ ایک حقیقی بات ہے کہ نیا عہد پرانے عہد میں چھپا ہوا تھا اور پرانا عہد نئے میں ظاہر ہوا دونوں عہدناموں کی اکٹھی تلاش کرنے سے ہمیں نجات کا راستہ ملتا ہے۔ کیونکہ بغیر پرانے عہدنامے

کہ یسوع کے مسیح ہونے کا حق قائم نہیں ہوسکتا۔ نئے عہدنامہ میں صرف اُس کی زندگی اور تعلیم کا حال درج ہے کہ وہ سادہ اور پاک تھا۔ لیکن اُس پُرانے عہدنامے سے یہ ظاہر نہیں کہ مسیح کون ہوگا اور کیا ہوگا۔ تو پرکھنے کے لئے کوئی کسوٹی نہ ہوتی کہ وہ شخص جو اس وقت ظاہر ہوا کون تھا۔ پس یہ کہنا ہی ضروری ہے کہ ہم تمام کتاب مقدس کا مطالعہ کریں اور اُسے عزیز سمجھیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو یہودیوں کی طرح ہم بھی بعض باتوں سے چوک جائینگے جو کہ نئے عہدنامہ میں درج ہیں۔

سوال۔ کتاب مقدس کیا کرسکتی ہے۔

جواب۔ اور تو بچپن سے اُن پاک نوشتوں سے واقف ہے جو تجھے مسیح یسوع پر ایمان لانے سے نجات حاصل کرنے کے لئے دانائی بخش سکتے ہیں۔ ۲ تمطاؤس ۳: ۱۵۔

سوال۔ چونکہ بریہ والے روزمرہ کتاب مقدس میں تحقیق کرتے تھے۔ اس واسطے اُن کے بارے میں کیا کہا گیا۔

جواب۔ یہ لوگ تھسلنیکے کے یہودیوں سے نیک ذات تھے کیونکہ اُنہوں نے بڑے شوق سے کلام کو قبول کیا اور روز بروز کتاب مقدس میں تحقیق کرتے تھے کہ آیا یہ باتیں اسی طرح ہیں۔ اعمال ۱۷: ۱۱۔

سوال۔ آدمی کس بات سے جیتا رہیگا۔

جواب۔ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہیگا۔ بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے۔ متی ۴: ۴

نوٹ۔ اگر آدمی صرف خدا کے کلام سے زندہ ہے تو اُسے اُس کا روز استعمال کرنا چاہئے۔ جیسا کہ روز کی روٹی اُس کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے۔

سوال۔ خدا نے اپنے کلام کو کس قدر بڑھایا ہے

جواب۔ میں تیری مقدس ہیکل کی طرف سجدہ کرونگا اور تیرے نام کی ستائش کرونگا۔ تیری رحمت کے سبب اور تیری سچائی کے سبب کہ تو نے اپنے قول کو اپنے نام سے زیادہ بڑھایا ہے۔ زبور ۱۳۸: ۲

نوٹ:۔ اس لئے ہمیں مناسب ہے کہ خدا کے کلام کو عزت سے رکھیں اور روزمرہ اس میں تحقیق کریں تاکہ ہم خدا کی بابت اور زیادہ سیکھیں۔ ۔راقم حقیر غلام قادر

ہری داسی

نواں باب

دوسرے دن ڈاکٹر ہری داسی کو دیکھنے کے لئے آیا اور ہرداسی کی بُری حالت دیکھ کر بہت غمزدہ ہُوا ہرداسی بھی اپنی حالت کو سمجھ گئی تھی۔ سو اس نے ڈاکٹر سے کہا کہ آپ خواہ نہ ہی کہئیے۔ مگر میرے مرنے کا وقت بہت نزدیک ہے۔ میں مرنے سے تو نہیں ڈرتی۔ لیکن میرے بعد میرے بچوں کی حالت کیا ہوگی۔ یہ بات سوچ کر مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔ اس زمین پر آپ کے سوائے کوئی اور میرا خیرخواہ نہیں ہے۔ آپ فرمائیے میرے بچوں کی کیا حالت ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ بعد اس کے اُس نے اپنے باپ کی وصیت نکال کر دکھائی۔ جس میں لڑکوں کے نام پر پندرہ ہزار روپے کے پرامیسری نوٹ تھے۔ ہرداسی نے اپنے لڑکوں کے نام کے نوٹوں کا سود ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا تھا اور اپنے نام کے روپیوں میں سے خرچ کرنے کے بعد پانچ ہزار روپے اُس کے پاس تھے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ میں تمہارے بچوں کو اپنے ہاں لیجا کر پالوں پوسونگا۔ یہ سُن کے ہرداسی کا بڑا فکر دور ہوا اور اُس نے جانا کہ اب میرے لڑکے مارے مارے نہ پھرینگے۔ یہ سوچ کر اُس کو تشفی ہوئی ہری داسی نے چاہا کہ اپنے نام کے پرامیسری نوٹوں میں سے کچھ ڈاکٹر کو دیوے۔ لیکن ڈاکٹر کچھ بھی لینے کو راضی نہ ہوا تب ہرداسی نے اپنے نام کا کاغذ ہرچندر کے نام پر لکھ دیا۔ ہرچندر نے ہرداسی سے جیسا سلوک کیا تھا ڈاکٹر اُس سے واقف تھا۔ اس نے اُس نے کہا کہ ہرچندر کو کچھ مت دو۔ یہ سن کے ہری داسی نے کہا کہ میرے خاوند کا چال چلن پہلے بہت اچھا تھا اب وہ بگڑ گیا ہے۔ لیکن اگر اُس کا سراب پینا چھوٹ جاوے تو پھر اچھا ہوجاویگا۔ ہرچندر بگڑ گیا ہے اس سبب سے اُس کو نفرت نہ کریں بلکہ ڈاکٹر سے کہا کہ آپ اُس کے سدھارنے کی کوشش کریں اور جبتک وہ نہ سدھرے تب تک یہ میرا دیا ہوا روپیہ آپ اپنے پاس رکھیے۔

ہرچندر نے تو ہرداسی کو چھوڑ دیا تھا۔ تو بھی ڈاکٹر نے دیکھا کہ ہرداسی اپنے دل سے اُس کا بھلا چاہتی ہے۔ اس لئے وہ ہرداسی کی بات پر حیران ہوتا ہُوا گھر چلا گیا۔

اُس وقت ہرداسی کے دل سے بڑا بھاری بوجھ اُتر گیا۔ اور اُس کا بدن پہلے سے ہلکا ہوگیا۔ اُس وقت ایک خط ہرچندر کے پاس لکھ بھیجا جس میں یہ لکھا تھا کہ ممکن ہے کہ میرے مرنے سے پہلے تم سے ملاقات نہ ہو۔ میں تو اب جاتی ہوں۔ تینوں لڑکے رہینگے۔ ان کا سوائے تمہارے کوئی اپنا نہیں ہے۔ کل جب میرے مرنے کے بعد وہ زمین پر لوٹینگے اور ماں ماں پکارینگے۔ اُس وقت اُن کو آنکر دیکھنا۔ تم کو دیکھ کر اُن کو کچھ تسلی ملیگی۔ یہ خط لکھ کر اُس نے ہرچندر کے پاس بھیجدیا اور بہت دیر تک اپنے لڑکوں کے ساتھ کھیلتی رہی۔ کھیلتے کھیلتے لڑکے بہت خوش ہوئے۔ تب باماں چرن نے کہا اے ماں تو مت رو دیا کر۔ ہم کو ہر روز کیوں کہانی نہیں سناتی ہے۔ ہرداسی نے پوچھا میرے رونے سے کیا تمہارے دل میں دُکھ ہوتا ہے۔ باماں چرن نے کہا کہ ہاں بڑا دُکھ ہوتا ہے۔ مجھ کو، شاماں چرن کو اور چھوٹے

بھائی کو بڑا دُکھ ہوتا ہے۔ تیرے رونے سے ہم سب روتے ہیں۔

ہرداسی۔ میں اب نہ رونگی۔ تب تُم نہ روؤ گے؟

باماں چرن۔ نہیں تب ہم نہ روئینگے۔

ہریداسی۔ شاماں چرن یا چھوٹا اگر کبھی روے تو تم اُن کو چپ کرا سکو گے؟

باماں چرن۔ ہاں کرا سکونگا۔

ہریداسی۔ کل ڈاکٹر تم تینوں کو اپنے گھر لیجا دیگا۔

باماں چرن کیا تم ہمارے ساتھ نہ جاؤ گی۔

ہریداسی نہیں۔

باماں چرن۔ تب ہم بھی نہیں جائینگے۔

ہریداسی۔ تم کو جانا ہوگا۔ لیکن دیکھو وہاں آپس میں جھگڑا نہ کرنا۔ اپنے دو چھوٹے بھائیوں کو اپنے پاس ہی پاس رکھنا۔

باماں چرن۔ تب پھر کب لوٹ آؤ گی۔ تیری بیماری میں تیرا پاؤں کیسے دابونگا۔

ہریداسی۔ کل میری بیماری دور ہو جائیگی۔ کل میں تمہارے ناناکے پاس ملنے جاؤنگی

باماں چرن۔ ہم کہاں رہینگے۔

ہریداسی۔ تم اپنے دونوں بھائیوں کو ساتھ لے کے ڈاکٹر کے گھر جانا۔ وہ تم لوگوں کو پالیں پوسینگے۔

باماں چرن۔ نہیں ماں میں تیرے پاؤں پڑتا ہوں ہم کو چھوڑ کر مت جانا۔ تم سے الگ ہو کر ہم نہ رہ سکینگے۔

باماں چرن رونے لگا۔ اور اُس کا رونا دیکھ کر اُس کے دونوں بھائی بھی رونے لگے۔ ہری داسی بھی رونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اُسکو بخار چڑھ آیا۔

ہرنید کے گلے میں لپٹ کر روتے روتے ہریداسی نے کہا تھا کہ میں اب نہ بچوں گی۔ جتنے دن جیتی ہوں مجھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ ہرنید نے اُس کی اس بات کا کچھ بھی جواب نہ دیا تھا اور اُس کے پیارے ماں باپ کی تصویر کو فریم سے نکال کر پھینک دیا تھا۔ اُس وقت سے اُس کا دل بہت گھبرانے اور بیچین ہونے لگا۔ ہری داسی کی وہ باتیں بار بار اُسے یاد آنے لگیں دل کی اس گھبراہٹ کو دور کرنے کے لئے ہرنید نے خوب شراب پی۔ دوسرے دن صبح کو جب اُس کی آنکھ کھُلی تو اُس کے دل میں گویا وہی باتیں کوئی کہہ رہا ہے اس لئے وہ پھر گھبرانے لگا۔ اس طرح سے بہت دنوں کے بعد اُس کو پہلی حالت یاد آئی۔ بہت دن تک بھُول جانے کے بعد ہریداسی کی باتیں یاد آئیں اور وہ بڑا بے چین ہوا۔ اُس وقت ہریداسی کا خط اُس کے پاس پہنچا۔ اس چٹھی کو پڑھ کر ہرنید فوراً اُٹھ کر ننگے پاؤں صرف چادر اوڑھ کر پاگل کی طرح جھومتا ہُوا ہریداسی کے گھر پہنچا۔ اس وقت ہریداسی کو گھر اٹھا لگ رہا تھا پس وہ اُس کے پائتانے گر کے لوٹنے لگا۔

ہری داسی نے یہ جان کے کہ میرا دم نکلنے گا آنکھ بند کر لی۔ اور دل ہی دل میں پرماتما کا نام لینے لگی۔ اور کہنے لگی کہ "ہے دکھ ہرتا اناتھ کے ناتھ تو میرے تینوں لڑکوں کی رکھشا کر اور میرے سوامی کو بھی سوجتی (دانائی) دے"۔ اس وقت باماں چرن نے کہا کہ اے ماں بابا آئے ہیں۔ ہری داسی نے کہا کہ ان کو بلا اور میرے پاس بیٹھنے کو کہہ۔ ہرنید ہریداسی کے پاس بیٹھا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ میں آیا ہوں اور میں تجھ کو اب نہ چھوڑونگا۔ اب تم مجھ کو نہ چھوڑو۔ ہریداسی نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ ہرنید روتا ہے۔ اُس کے آنسو پونچھنے کے لئے ہریداسی نے اپنا ہاتھ اُٹھانا چاہا پر اُٹھا نہ سکی۔ تب اُس نے کہا کہ تم دو دن پہلے کیوں نہ آئے۔ دو دن پہلے تم نے ایسی بات کیوں نہ کہی۔ اگر پہلے ایسی بات کہتے تو میں نہ مرتی۔ لیکن اب بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ میں جاتی ہوں تمہارے لڑکے تمہارے پاس رہیں۔ یہ کہتے کہتے ہری داسی کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ہرنید رونے لگا اور روتے روتے اُس نے کہا کہ اے ہری داسی ایک بار اور اپنی آنکھیں کھول اور میرے اس پاپ کا پرائشچت مجھ کو بتا دے۔ ہری داسی نے اپنی آنکھیں کھولیں اور ہرنید کا ہاتھ پکڑ کے کہا میری آخری بات یہ ہے کہ شراب نہ پینا۔ میں تم کو سکھ نہ دے سکی۔ اگر چاہو تو دوسرا بیاہ کر لینا۔ لیکن اُس کو مجھ جیسا دُکھ نہ دینا۔ ہرنید نے ہریداسی سے بار بار معافی مانگی۔

ہری داسی نے باماں چرن اور شاماں چرن کو اپنے اگل بگل بٹھایا اور چھوٹے لڑکے کو چھاتی سے لگایا۔ اُن کا چوما لیا۔ اور اُن کو برکت دے کے ہرنید کے ہاتھ یہ کہہ کے سونپ دیا کہ "اب میرا کام پورا ہوا۔ اب وداع ہوتی ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اُس نے اپنا دم دیدیا۔ لڑکے رونے لگے۔ لیکن ہریداسی تو مر گئی تھی۔ اُس کے دُکھ کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر کے پاس خبر گئی۔ اُس نے ہریداسی کی لاش گنگا کے کنارے جلوا دی۔ تھوڑی دیر میں وہ راکھ ہو گئی ✣

قید میں تھا تم میرے پاس نہ آئے

نور افشاں مطبوعہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۲ء میں ایک بہت طول جواب میرے اعتراضات کی نسبت شائع ہوا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ راقم اپنے نام نامی کا اب تک اظہار نہیں کرتے۔ مناسب تو یہ ہے کہ نور افشاں اس امر کا صاف اقرار کرے کہ وہ صاحب اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ یا ان کے نام نامی کا اظہار کرے۔

راقم نے میرے ۳ اور پانچویں اعتراضات کے اُس حصہ کا کچھ جواب نہیں دیا۔ جن میں میں نے

۲ درجن اصحاب کے ناموں کو پیش کرنے کی درخواست کی تھی صرف آپ میرے مضمون کا اقتصار کر کے دو اعتراضوں کے جواب اتمام فرماتے ہیں اور اُس کے آخر میں فرماتے ہیں کہ راقم نے گویا غیر مسیحی ہند کی خدمت کے لئے کلیسیا کو مدعو کر کے سخت غلطی کی ہے۔ ہم ناظرین نورافشان سے آپ کے اس بیان کی صداقت کی داد چاہتے ہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے مضمون میں کسی جگہ غیر مسیحی ہند کی خدمت کرنے کا اِنکار نہیں کیا۔ البتہ آپ کے اس دعوےٰ کی تردید ضرور کی ہے کہ آپ خصوصاً نان کو اپریٹرس کے لئے نہ کہ غیر مسیحی ہند کی خدمت کے لئے پادریوں اور کلیسیا ہند کو مدعو کرتے ہیں کہ وہ ان بزرگوں اور بنی آدم کے لئے کچھ کریں اور جنکی خاطر ہمدردی میں آپ نے خداوند مسیح کو جیل میں پہنچا دیا۔ پس ہمارا اعتراض آپ کے خاص دعوےٰ کی نسبت تھا نہ عام طور پر غیر مسیحی ہند کی نسبت۔ چاہئے تو یہ تھا کہ آپ عام طور پر قیدیوں میں مسیحی خدمت کرنے کا اعلان کرتے تو ضرور کلیسیا کا مدعو کرنا حق بجانب ہوتا۔ پر یہ تو آجتک نہیں کیا اور نہ اُن کے ساتھ ہمدردی کا خیال آیا۔

خواہ وہ جہنم میں جائیں۔ پر اِن نان کو اپریٹرس قیدیوں کے لئے جو آپ کے خیال میں بہشت جانے والے ہیں اور جن کے ساتھ خداوند مسیح جیل میں ہے اس وقت انجیل سنانے کی خوب سوجھی۔ پر ہم کو افسوس اس امر کا باقی رہا کہ آپ نے یہ ثابت نہیں کیا کہ ان میں سے کون صاحب مسیحی ہیں جن کے ساتھ مسیح جیل میں ہے۔ اور پھر طرفہ تر یہ امر نظر آتا ہے کہ آپ ہماری تفسیر کو بھی قبول کرتے ہوئے پھر بھی یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ وہ "مسیحی تعلیم کے بیچے ہیں"۔ پر اس کہنے سے باز رہتے ہیں کہ وہ بیچے مسیحی ہیں۔ اب آپ کے جواب پر سرسری نظر کرینگے کہ اُس میں کیا زور ہے آپ فرماتے ہیں کہ "جس نے ہمارے چھوٹے سے مضمون کو دیکھا ہے وہ فوراً کہدینگے کہ وہ تفسیر کے خیال سے نہیں لکھا گیا تھا"۔ پر آپ کا عنوان اور عنوان کے متعلق متی ۲۵ : ۳۱-۴۶ کے جملہ کی نسبت جو خیال آپ نے پیش کیا وہ اس خاص جملہ کی تفسیر نہ تھی تو اور کیا ہے۔ جس کا اثر اُس تمام بیان پر حاوی ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ "قبل از وقت بڑی تقسیم کا کام کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ ابھی عدالت نہیں ہوئی ہے"۔ ہماری طرف سے گذارش یہ ہے کہ ہم نے اُس عدالت میں جس طور پر عدالت ہونے والی ہے اُس کا ذکر کیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ عدالت ہو چکی۔ یاد رہے کہ جس وقت عدالت ہوگی تو عدالت کرنے والا اسی طور پر تقسیم کریگا۔ تقسیم کو ہم نے عدالت کرنے والے کے بیان سے ظاہر کیا ہے۔ جناب من بحث یہ نہیں ہے کہ عدالت کب ہوگی۔ مگر جب کبھی ہو تو اس کا اصول وہی ہوگا جس کا ذکر کیا گیا۔ پس بندہ نے "تقسیم کا کام نہیں کیا"۔ کام کا طور بتلایا۔ ہاں شاید بلکہ اغلب ہے کہ آپ کو امید ہے کہ وہ مرنے سے قبل مسیحی ہو جائینگے اور اِس لئے عدالت کے وقت وہ خداوند کے دہنے ہاتھ پر ہونگے اور میں نے یہ زبردستی کی اُن کو بائیں ہاتھ والوں میں شامل کر دیا۔ پر حضرت میں نے جبر نہیں کیا۔ موجودہ زمانہ میں اب تک وہ مسیحی نہیں ہوئے لیس میں اُن کو بائیں ہاتھ والوں میں شمار نہ کرتا تو کیا کرتا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ "تقسیم کر کے کون سی بھاری مشکل حل فرما دی جبکہ بائیں طرف والوں میں نام کے مسیحی اور غیر مسیحی شامل ہیں وغیرہ"۔ میرا کوئی دعوےٰ بھاری مشکل حل کرنے کا نہیں ہے۔ میں نے اگر کوئی مشکل حل کی تو یہ تھی کہ آپ ناحق خداوند کے کلام کو غیر مسیحی صاحبان کے حق میں منسوب کر رہے ہیں۔ جس کا ظاہر کرنا ضروری تھا۔ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ "بالفعل مسیحی اور غیر مسیحی جدا نہیں ہیں"۔ پر آپ نے تو ان پر یہ سرخی منسوب کر دی کہ "میں قید میں تھا وغیرہ"۔ پس ہم بھی آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ جبکہ جدائی ہنوز نہیں ہوئی تو آپ کا کیا اختیار ہے کہ آپ کوئی حکم لگا دیں جس حال کہ آپ نے حکم لگا کر اُن کو خداوند کے دہنے ہاتھ سرفراز کر دیا۔ آپ کس طرح سے آیندہ حالت کی نسبت پیشینگوئی کر سکتے ہیں۔ البتہ اُن کی موجودہ حالت کی نسبت ہر شخص رائے زنی کر سکتا ہے پر زمانہ آیندہ کی نسبت کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نے زمانہ آیندہ کے لئے اُن پر کوئی حکم لگایا تھا اور چونکہ وہ بالفعل مسیحی نہیں ہیں لہٰذا یہ میرا حق ہے کہ میں یہ کہوں کہ وہ خداوند کے بائیں ہاتھ ہونگے۔ آگے چل کر آپ سوال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اس مجموعہ کے ایک جزو پر "قید میں تھا میرے پاس نہ آئے" کی سرخی چسپاں کر دی تو کیا گناہ کیا۔ آپ گناہ یہ ہے کہ "آپ نے غیر مسیحیوں کو مسیحیوں کے گروہ میں شریک کر دیا جو امر واقعی کے خلاف ہے اور دوسرے خدا کے کلام کو اس امر میں جس کا بیان بہت صاف ہے غلط تاویل کر کے غیر مسیحیوں پر چسپاں کر دیا۔ معلوم نہیں کہ آپ کی ضمیر نے کیوں اب تک قائل نہیں کیا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ "عدم تعاون والوں کا دہنے ہاتھ کا مسئلہ" اُن میں محبت کی شریعت رواج پا رہی ہے۔ اور مسیحیوں سے یہ رواج دُور ہوتا جاتا ہے۔ لہٰذا امید کی جاتی ہے کہ بروقت تقسیم ان میں کچھ لوگ ضرور خداوند کے دہنے ہاتھ ہونگے۔

اس کے جواب میں گذارش یہ ہے کہ میں یہ نہیں مانتا کہ عدم تعاون بلا تشدد میں محبت کی شریعت کام کر رہی ہے جس حال کہ اُس کا مقصد سلطنت برطانیہ کے اولٹ دینے کا ہے۔ اغلب ہے کہ اس موقعہ پر پروفیسر راجو کی کتاب سے جس کا نام "ہندوستان کی عدم تعاون تحریک پر محققانہ مطالعہ"

ہے جس میں ۱۷ اصول ہیں۔ آپ کے اور ناظرین نور افشاں کی واقفیت کے لئے عدم تعاون بلا تشدد کے بیان سے ایک جزو کا مختصر طور پر ذکر کروں۔ جن کے خیال سے مجھے بھی بہت کچھ اتفاق ہے۔ پروفیسر موصوف اولاً جسمانی تشدد اور جبر کی تعریف کرکے* دلی یا عقلی تشدد یا جبر سے جو غیر جسمانی وسائل سے کیا جاوے وہ جبر قسم کا تمدنی جبر مقصود ہے۔ جو کہ عقلی ترغیب یا اخلاقی توجہ کی طرف مائل کرانے یا جسمانی تشدد کو عمل میں لانے کے علاوہ ہو۔ ہمارا اس سے مطلب اس قسم کی کوشش ہے جس سے کسی دوسرے کی قوت ارادی کو مغلوب کر دیا جائے۔ یا ایسے معمولی وسائل سے جیسے کہ اہانت کرنا یا ڈرانا۔ یا سوشل بائیکاٹ کرنا۔ جس سے کہ شدید روحانی صدمہ یا مایوسی یا دل شکستگی پیدا ہو یا ایسے وسائل سے جیسے کہ تبادلہ[1] شخصیت کر دینا۔ یا غیر معمولی قوت روحانی سے کسی خیال کا دماغ پر مسلط کر دینا۔ یا فوق العادی طور سے کسی دوسرے کے اوپر اپنا اختیار رکھنا۔ اب ان دونوں قسموں کے تشدد میں سے کون یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ بہتر ہے اور دوسرا بدتر ہے۔ دونوں صورتوں میں آزادگی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ بلاشبہ دونوں تشدد اور جبر کی صورتیں ہیں اور انسان کی شخصیت اور پسند کرنے کی آزادگی پر جبر ہوتا ہے۔ مسٹر گاندھی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ تشدد یا جبر کو محدود طریقہ میں اپنی پسند یا سہولت کے مطابق جس کے معنی محض جسمانی وسائل سے جبر کرنا ہے استعمال کرتے ہیں اور یہ ان کا حق نہیں ہے ہم اس طور پر گو اس سے زیادہ بہتر طور پر نہ ہو بلا جسمانی وسائل کے جبر کو کام میں لا سکتے ہیں اور دیگر اشخاص کو مغلوب کر سکتے یا خوف دلا سکتے ہیں اور اس طور پر بمقابلہ محض جسمانی جبر کے اوروں کی شخصیت پر آزار و نقصان دہ جبر کر سکتے ہیں۔ اس کے نتائج پر دیکھنے سے جبر بلا جسمانی وسائل کے بہ نسبت جسمانی جبر کے زیادہ بدتر اور آزار دہ نتائج پیدا کرتا ہے۔ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے اور دشمنی اور تلخ مزاجی کا باعث ہوتا ہے۔ لہذا وہ موقعے جن سے دل کی سچی تبدیلی ہو سکتی ہے یا اخلاقی اصلاح یا روحانی نوزادگی کی جا سکتی ہو زیادہ تر دور ہو جاتے ہیں۔ تمام نتائج جو جبر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں خواہ وہ جسمانی یا غیر جسمانی وسائل سے کئے جائیں۔ اُن میں جتنی تدبیریں عمل میں لائی جائیں دوسرے کی قوت ارادی اور شخصیت پر جبر ضرور شامل رہتا ہے۔ پس اس قسم کے جبر میں اس روحانی حقیقی تبدیلی سے جو اخلاقی ترغیب سے پیدا ہوتی ہے نمایاں حقیقی فرق ہوتا ہے۔ لہذا ہم ضرورتاً یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مسٹر گاندھی کے موجودہ نن کوآپریشن کی تحریک بالکل ہی اپنی خاصیت میں جبر سے بری نہیں ہے جیسا کہ اُن کا دعوے ہے بلکہ فی نفسہ ارادتاً جبر کرتا ہے۔ پس میرے نزدیک وہ محبت کی شریعت سے کام نہیں لے رہے ہیں بلکہ تشدد اور جبر سے اور جس حال کہ عدم تعاون کے بانی اور اُن کے پیرو کار عدم تعاون کو عمل میں لا رہے ہیں تو یہ محبت کی شریعت کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہاں اس کو تشدد اور انتقام لینا کہو تو بجا ہے (۲) بفرض محال ہم یہ بھی مان لیں کہ اُن میں محبت کی شریعت رواج پا رہی ہے تو گذارش یہ ہے کہ انجیل کے اصول کے مطابق مسیحی ہونا نہیں ہے تا وقتیکہ وہ شخص دل سے ایمان لا کر زبان سے اقرار نہ کرے۔ کیونکہ کلام میں صاف لکھا ہے رومیوں ۱۰:۱۰ کیونکہ راستبازی کے لئے ایمان لانا دل سے ہوتا ہے اور نجات کے لئے اقرار منہ سے کیا جاتا ہے۔ پس جس حال کہ ہمارے عدم تعاونی بھائی جو جیل میں ہیں منہ سے اقرار نہیں کرتے تو ہم پھر اُن کو مسیحی کیونکر کہیں۔ پھر بھی میں آپ کے ساتھ اُن کے ساتھ ہمدرد ہوں اور دلی دعا ہے کہ وہ مسیحی بن جاویں۔ اب آپ اور ناظرین نور افشاں تصور فرمائیں کہ آپ کی امید کس قدر بار آور ہو سکتی ہے (۳) امید کرنا کسی کے مسیحی ہو جانے کے لئے قطعی دلیل نہیں ہو سکتی۔ یہ تاہم آپ اُمید پر اپنی دلیل قائم کرتے ہیں پس خداوند کے دہنے ہاتھ پر اُن کے بیٹھنے کیا امید ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ موٹے الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ زمانہ حاضرہ میں یسوع مسیح ضرور قید ہے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں سچائی و صداقت کے فرزند جیلوں میں ایسے ہی قید ہیں جیسے زمانہ ماضی میں قید تھے اور ساتھ ہی آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح گیہوں اور کڑوے دانے ملے جلے ہیں اسی طرح عدم تعاونی بھی شمار کئے جا سکتے ہیں۔ جواب میں گذارش ہے کہ آپ کے مقابلہ زمانہ ماضی کے قیدیوں اور زمانہ حال کے قیدیوں میں اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ ماضی کے مسیحی اور زمانہ حاضرہ کے غیر مسیحی عدم تعاونی دونوں مساوی ہیں تو یہ مقابلہ بھی جب صحیح نہیں تو نتیجہ بھی آپ کا صحیح نہیں ہو سکتا اور اگر زمانہ ماضی کے قیدی مسیحی نہیں ہیں تو فرمائیے کہ وہ کون ہیں پھر آپ کی دلیل کہ گیہوں میں جس طرح کڑوے دانے ملے ہوئے ہیں اسی طرح سے عدم تعاونی بھی شمار کئے جا سکتے ہیں۔ جواباً اتنا ہی عرض کرونگا کہ آخری عدالت میں جو کڑوے دانوں کا حشر ہوگا وہی عدم تعاونیوں کا ہوگا۔ بالفعل آپ کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔ زمانہ آئندہ کا حال خدا کو معلوم ہے۔ اگر کڑوے دانوں کے لئے خدا جیل میں نہیں جائیگا تو عدم تعاونیوں کے لئے کیوں جانے لگا۔ (باقی دارد)

خادم:۔ جے۔ سکلین۔ فرخ آباد۔

* دلی اور عقلی تشدد کی نسبت یوں تعریف کرتے ہیں

(۱) فٹ نوٹ۔ اغلب ہے کہ مصنف کا مطلب عمل مسمریزم اور ہپناٹزم کے ذریعہ سے کسی شخص کو کچھ عرصہ کے لئے اسکی شخصیت کا تبدیل کرنا مراد ہے۔ مترجم۔

ہوا میں شادی

امریکن لوگ جہاں آئے دن کی نئی ایجادات میں بہت کچھ طاق ہیں۔ وہیں ان ایجادات سے عجیب عجیب رنگ میں وہ اپنے شوق پورے کرتے ہیں۔

ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اڑنا تو ایک معمولی بات ہو چکی ہے آجکل امریکن شوقین ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر شادیاں کراتے ہیں اور ان میں بھی بے تار برقی آلات سے کام لیکر۔ نیویارک کا ایک بے تار برقی رسالہ "ریڈیو براڈکاسٹ" راوی ہے کہ حال ہی میں ایک لفٹنٹ کی شادی ہوئی ہے وہ اور اس کی دلہن ایک چھوٹے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اڑے۔ نیچے تماشائیوں یا براتیوں کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ پادری بھی جس نے نکاح پڑھانا تھا۔ ایک دوسرے جہاز میں اڑا اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے نکاح پڑھایا۔

نیچے جہاں ہجوم تھا نہایت سے بلند آواز مقررین کو کھڑا کیا گیا تاکہ وہ ان رسوم نکاح کی جو ادیر ادا ہو رہی تھیں اطلاع تمام مجمع کو پہنچا سکیں اور خطبہ نکاح ان کے کانوں تک پہنچائیں

تین ہزار میل سے خطبہ نکاح

ایک اور شادی بے تار برقی سے ہوئی ہے ڈیٹرواٹ (امریکہ) کی ایک لڑکی اور ایک شخص کی منگنی کچھ عرصہ ہوا برنگھم نامی ایک جنگی جہاز میں بحر الکاہل کے کسی مقام پر ہوئی تھی۔ وہی شخص اب پھر بحر الکاہل میں سفر کر رہا تھا کہ عین وسط سمندر میں بے تار برقی کے ذریعہ سے اس کی شادی کی اطلاع پہنچی۔ اسی وقت تمام جہاز ران تختہ جہاز پر جمع ہو گئے اور دولہا ان میں اپنی خاص شان کے ساتھ آ بیٹھا۔

اسی وقت ایک پادری نے نکاح پڑھنا شروع کیا اور تمام مراسم اور خطبہ نکاح کی اطلاع بے تار برقی کے ذریعہ سے اسی وقت ساتھ کے ساتھ تین ہزار میل کے فاصلہ پر ڈیٹرواٹ فرسٹ پریسبیٹرین چرچ کو پہنچائی جہاں دولہن اور اس کے براتی اور پادری سب موجود تھے۔

موخر الذکر پادری صاحب نے دلہن کی متعلقہ مراسم کی اطلاع ٹیلیفون کے ذریعہ سے قریب کے تار گھر کو پہنچائی جہاں سے بے تار برقی کے بڑے سٹیشن کو پیغام پہنچایا گیا اور اس جگہ سے تمام مراسم کی اطلاع دولہا کو بھیجی جاتی اور اس سے وصول کی جاتی رہی۔

انگلستان سے ہفتہ میں دو دفعہ ہوائی جہاز

انگلستان سے ہندوستان تک ہوائی ڈاک کی تجویز مدت سے زیر غور ہے لیکن اب اس کے رو براہ ہونے کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ حال ہی میں کمانڈر برنی نے ایک سکیم تیار کی ہے۔ جس کے ماتحت ایک پرائیویٹ کمپنی سرکاری امداد کے ساتھ اس کام کو اپنے ذمہ لیگی وزارت ہوائی انگلستان نے اس سکیم کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور پسند کیا۔ لیکن امداد جو طلب کی گئی ہے اور جو شرائط اس کے لئے رکھی گئی ہیں انہیں چنداں پسند نہیں کیا گیا۔ اس لئے کمانڈر برنی اب ان میں ترمیم کر رہے ہیں۔

لیکن وزارت ہوائی اور محکمہ امیر البحری میں اب یہ کشمکش شروع ہو گئی ہے کہ موخر الذکر محکمہ اس کام کو اپنے ذمہ لینا چاہتا ہے۔ ایک لاکھ اٹھتر ہزار کی رقم جو کمانڈر برنی نے بطور امداد طلب کی ہے اس سے بڑھ کر اس محکمہ نے دینا منظور کر لیا ہے۔ کیونکہ غالباً ان کا خیال ہے کہ جو روپیہ جنگی جہازات پر خرچ کرنا ہے اس کو اس ہوائی ڈاک پر صرف کر کے ایام صلح میں کافی تجربہ حاصل کر لیا جائے۔ جو ممکن ہے آئیندہ جنگوں میں مفید ثابت ہو۔ اس کے خلاف وزارت ہوائی اس کام کو ہاتھ سے دینا پسند نہیں کرتی۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ یہ کام آخر کار کس کے سپرد ہوگا یا کسے اپنے ہاتھ میں لینا چاہیے۔ لیکن بقول ٹائمز آف انڈیا ان حالات سے ظاہر ہے کہ آخر کار ایک باقاعدہ ہوائی ڈاک کے اجرا کا نظام عنقریب ظہور عمل آنے والا ہے۔

ہوائی جہازوں کا سب سے بڑا سٹیشن

ٹائمز آف انڈیا راوی ہے کہ پیرس کے مقام بورجیٹ پر جہاں آجکل ہوائی جہاز ٹھہرتے ہیں عنقریب ایک عظیم الشان سٹیشن بننے والا ہے۔ جو ہوائی جہازوں کا دنیا بھر میں سب سے بڑا سٹیشن ہوگا۔

یہ ایک نہایت عظیم الشان عمارت ہوگی جس کے اوپر ایک عالیشان گنبد ہوگا۔ جس کی چوٹی پر ہوائی جہاز کا ایک چمکتا ہوا نشان ہوگا اور بے تار برقی کا ایک بہت زبردست آلہ اس کے اوپر لگایا جائیگا۔ سٹیشن اپنی وضع میں خاص ہوگا اور اس کی چھتیں بہت اونچی ہونگی۔ ٹکٹ دینے والے رسٹارنٹ پرچٹوں اور دیگر نقل و حرکت کے ہوائی سامانوں کے علاوہ سکیم میں بعض چھوٹے دفاتر کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ ایسے مسافر جو اپنا وقت بچانا چاہتے ہوں اور یورپ کے مختلف ممالک سے پیرس کو آ رہے ہوں ہوا ہی میں بیٹھے بیٹھے ٹیلیفون کے ذریعہ سے لوگوں سے وقت مقرر کریں اور ان دفاتر میں پہنچکر ان سے ملاقات کریں۔

سندھ کے اخبار "ہند" کے دفتر کی پولیس نے تیسری بار تلاشی لی اور "بھارت سنگت" کی جو ایک قومی کتاب ہے تقریباً پانچسو جلدیں ضبط کر کے لے گئی۔

مرحوم پادری جوالا سنگھ

نہایت افسوس اور رنج کے ساتھ خبر دیجاتی ہے کہ پادری جوالا سنگھ مورخہ ۲۶ جولائی شام کے ۸ بجے انتقال فرما گئے۔ یہ خبر نور افشاں کے بہت سے ناظرین کے لئے سخت رنج والم کا سبب ہوگی امیدوار ہیں کہ پادری صاحب کے شاگردوں اور واقفکاروں میں سے ضرور کوئی صاحب اُن کے حالات کو قلمبند فرما کر اُن کی یادگار کو قائم رکھیگا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ مرحوم پادری جوالا سنگھ کے پس ماندگان خدا سے تسلی اور دلاسا پائیں آمین

خبریں

گذرے ہفتہ میں لاہور میں بارش نے گرمی کی شدت موقوف کردی ہے۔ اچھی بارش ہوگئی۔

پنجاب کونسل کے اجلاس ۳۱ جولائی یکم ۲-۳-۸-۹-۱۰ اور ۱۱ اگست کو لاہور میں منعقد ہونگے۔

پہلے دو روز سرکاری۔ اس کے بعد دو روز غیر سرکاری۔ پھر دو روز سرکاری اور باقی دو میں سے ایک روز غیر سرکاری ایک روز سرکاری کام ہوگا

لالہ امرناتھ مجسٹریٹ امرتسر کی عدالت سے بابا گوردت سنگھ کو زیر دفعہ ۱۲۴ - ۵ سال قید کالا پانی کی سزا ملی۔ افسوس۔

مجسٹریٹ فیروزپور کی عدالت سے مہاتما نند گوپال کو زیر دفعہ ۱۰۸ ایک سال قید محض کی سزا دی گئی۔

کلکتہ میں ۱۸ والنٹیروں کو بدیشی کپڑے کی دکانوں پر پہرہ دینے کے جرم میں ۱۰-۱۰ روپیہ جرمانہ یا ایک ایک ماہ قید محض کی سزا ہوئی۔

حیدرآباد سنٹرل جیل کے کراچی سے لائے گئے قریباً ۵۰ قیدیوں نے وارڈر پر جب وہ قواعد جیل کی تشریح کر رہا تھا حملہ کیا۔ تین آدمی زخمی ہوئے قیدیوں کو قابو کرکے علیحدہ علیحدہ کوٹھریوں میں بند کیا گیا۔ صاف بیہودگی ہے۔

ہردوار میں سادھوں نے سول نافرمانی شروع کردی۔ مذہبی لیکچر روز دیتے ہیں۔ مجسٹریٹ نے ان پر ۱۴۴ دفعہ لگادی ہے۔

وہ مذہب کی آڑ میں بغاوت کی اشاعت کرتے ہیں۔ سادھو اس حکم کی سول نافرمانی کر رہے ہیں سنسنی پھیلی ہے۔

ایک ماچھی عورت نے جب وہ سمندر میں ڈوبنے کا ارادہ اور کوشش کر رہی تھی۔ اسے روک لیا۔ اب تھانہ میں ہے۔

امریکن سیاح مسٹر مارٹی نٹ کا جاپان کانگ پہنچنے پر شاندار استقبال کیا گیا۔

استفسار

بندہ نے کچھ عرصہ گذرا کہ اخبار نور افشاں دیسیچی میں پڑھا تھا کہ سی ایم۔ ایس نے اپنی چند جگاہوں کی جائیداد کی فروختگی کے موقعہ پر اپنے چند گرجے گھر بھی فروخت کردئیے تھے میری یاد سے وہ پرچے کہ کس مہینے اور تاریخ کے تھے بھول گئے ہیں لہذا اگر کوئی بزرگ ناظرین بذریعہ اخبار مذکو یاد دلائے اور اُن جگاہوں کے نام بھی بتائے جہاں کے گرجا گھر فروخت ہو چکے ہیں تو بندہ تازیست جناب کا مشکور رہیگا۔ نہایت ہی ضروری ہے۔ والسلام

آپ کا تابعدار - جے بنسی لعل ہوس سرجن پینل میموریل ہسپتال افغان میڈیکل مشن بنوں۔

نور افشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے

اشتہار

میری زوجہ مساۃ سلومی رحیمن ساکن آگرہ قریباً آٹھ سال ہوئے کہ میری غیر حاضری میں گھر سے روپوش ہوگئی جس کی تلاش اب تک کیگئی مگر پتہ ندارد۔ چونکہ اس کا پتہ نہیں کہ طلاق دی جائے۔ لہذا اس اشتہار کے ذریعہ مطلع کرتا ہوں کہ اب میں دوسری شادی کرنے پر آمادہ ہوں اور ایک ماہ کے بعد اُس کا کوئی دعوےٰ عدالت سے یا مشن سے عہدہ برآ نہ ہو سکیگا

المشتاکھر۔ ٹی۔ جانتھن۔ راولپنڈی۔

ضرورت

آگرہ چرچ مشن کہنداری ڈلونڈلہ اپر پرائمری ہندی اسکول کے لئے مڈل پاس شدہ شادی شدہ دو ماسٹروں کی ضرورت ہے جس کو بیس روپیہ تنخواہ و مکان ملیگا۔ ٹرینڈ کو ترجیح دیجائیگی۔ درخواستیں بہت جلد معہ اسناد و چالچلن کے ذیل کے پتہ سے آویں۔ مسٹر ای۔ داس۔ چرچ مشن ہاؤس مہنگ منڈی آگرہ

ضرورت

چرچ مشن اسکول مجیٹھہ ضلع امرتسر کے واسطے دو تجربہ کار ٹرینڈ سند یافتہ جونیئر ورنیکولر مدرسین کی ضرورت ہے۔ تنخواہ و ترقی سالانہ حسب مشن قواعد جدید مسیحی درخواست کنندگان کو ترجیح دی جائیگی درخواستیں معہ نقول سندات ہیڈ ماسٹر صاحب مشن سکول مجیٹھہ آنی چاہئیں۔

کپورتھلہ کے بھنگیوں نے ایک جلسہ میں اپنے تئیں مہرشی والمیکا کی اولاد قرار دیا ہے۔ والمیک برہمن تھے بھنگیوں کا ان سے کیا میل ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۲ سے آگے) ابھی ایک ماہ کا عرصہ نہیں گذرا کہ سول نافرمانی تحقیقاتی کمیٹی لاہور میں وارد ہوئی۔ اُس وقت لاہور میں ہزارہا کے مجمع میں تقریر کرتے ہوئے حکیم اجمل خاں صاحب نے بقول ٹربیون ۲ جولائی کہا تھا۔ کہ کانگرس کمیٹی سے یہاں آکر ہم کو سخت رنج وقلق ہوا کہ صوبہ پنجاب میں جیسا کہ چاہیئے۔ ہندو مسلم اتحاد نہیں۔ بلکہ یہ سے بدتر صورت ہوتی جاتی ہے۔ ہماری کمیٹی اس یقین کے ساتھ واپس چلی جائیگی کہ ابھی صوبہ پنجاب سوراج کے قابل نہیں ہوا۔ اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے اخبار ٹربیون بالکل سچ کہتا ہے کہ "صرف تیری مشترکہ دشمن ہستی کی خاطر جب دو قوموں کا اتحاد ہو تو وہ اس مشترکہ دشمن کے دور ہوتے ہی ٹوٹ جاتا ہے"۔ تقریر اور تحریریں گورنمنٹ کے خلاف جو ہو سکتا ہے کہا جاتا ہے۔ مگر تعمیری کام کی شکل وصورت ہمیں نظر نہیں آتی۔ ورنہ کانگرس کمیٹی فوراً مزنگ پہنچکر معاملے کی تحقیقات کرتی اور اس سوشل بُرائی کو جو قومی مفاد کے سخت مخالف ہے دور کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتی

(۲) جناب ایڈیٹر صاحب بندے ماترم فرماتے ہیں کہ "دیسی عیسائیوں کے طرزِ عمل کو خواہ وہ کیسا ہی معاندانہ ہو نظر انداز کر دینا چاہیئے"۔ اس کا جواب ہم اس وقت تک نہ دینگے جب تک کہ وہ اپنے اس دعوےٰ کی صداقت کو بدلائل وواقعات ثابت نہ کریں۔ گذشتہ فسادات بمبئی کے موقعہ پر تمام قوموں کی صلح کراتے ہوئے مہاتما گاندھی نے فرمایا تھا کہ "بلاشک ہندوؤں اور مسلمانوں نے دیسی عیسائیوں پر شدید مظالم ڈھائے ہیں"۔ دور کیوں جائیں مسئلہ زیر بحث ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ

تمہیں انصاف سے کہدو نکالا کس نے شہر سے

(۱) انگریزوں نے تو ہمیں اپنا ہرگز نہ بنایا وطنی بھائی ہیں کہ صرف عیسائی ہونے کی خاطر مکان کرایہ پر دینے سے انکاری ہیں۔ گو سارے زمانہ کی تکلیفیں آئیں۔ مگر ہم آخر تک سچے عیسائی ہی رہینگے اور کوئی مصیبت ہم کو مسیح سے جدا نہ کر سکیگی۔

صداقت کے لئے گر جان جاتی ہے تو جانے دو
مصیبت پر مصیبت سر پہ آتی ہے تو آنے دو

اور مسیح کے نام کی خاطر گردش دوراں کی چکی میں پسکر اور غبار ہو کر آسمان کی فضا میں اُڑ جانا قبول ہے۔

خان از لاہور

کھوئی ہوئی بھیڑ

ہری بھری گھاس کے میدان میں خوبصورت بھیڑیں چرتی پھرتی تھیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے چاروں طرف کودتے اور کلیلیں کرتے پھرتے تھے۔ سورج ابھی ڈوبا نہ تھا چوپان ایک اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا بھیڑوں کی رکھوالی کر رہا تھا۔ وہ بار بار بھیڑوں کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکراتا اور دل ہی دل میں خوش ہو کر اُس مہربان خدا کا شکر ادا کرتا تھا جس نے اُسکو ان پیاری پیاری سو بھیڑوں کا مالک بنایا۔ بھیڑیں بھی بار بار چرتے چرتے رک جاتیں اور منہ اُٹھا اُٹھا کر اس مہربان چوپان کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی جاتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ بھیڑوں اور چوپان کے بیچ میں بڑی محبت ہے۔ چونکہ مکان ذرا فاصلے پر تھا چوپان نے اندھیرا ہونے سے پہلے ہی اپنی بھیڑوں کو پکارا۔ بھیڑیں اپنے چوپان کی آواز پہچانتی تھیں جھٹ جمع ہو گئیں۔ چوپان انکو لیکر گھر کی طرف چلا۔ راہ میں کبھی ایک بچے کو گود میں اٹھا لیتا تھا اور کبھی دوسرے کو گھر پہنچکر چوپان اپنی بھیڑوں کو جو اُس کی زندگی کی دولت تھیں نام لے لیکر باڑے میں بند کرنے لگا جب سب کو بند کر دیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی چھوٹی اور پیاری بھیڑ موتی کا پتہ نہیں۔ اب تو چوپان کا دل رنج سے بھر گیا۔ اُس نے سب بھیڑوں کو پھر سے گنا لیکن وہاں صرف ننانوے ہی تھیں۔ چھوٹی موتی کا کہیں نام بھی نہ تھا۔

آہ! اُسوقت چوپان کے دل کے رنج کو کون بیان کر سکتا تھا۔ بیچارا اپنا کھانا پینا سب بھول گیا اور ننگے پاؤں فوراً اُلٹا میدان کی طرف پھرا۔ راستے میں بار بار اپنی پیاری موتی کو پکارتا تھا۔ لیکن موتی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔ بیچارہ چوپان اُس وقت ہائے موتی ہائے موتی کرتا ہوا سب طرف بھٹکتا پھرتا تھا رات اندھیری راستے میں چاروں طرف کانٹے اور گڑھے تھے۔ بیچارہ کبھی کانٹوں میں پھنسکر لہولہان ہوتا اور کبھی گڑھے میں گر کر سخت چوٹیں کھاتا تھا اگر کبھی کچھ تھوڑی سی بھی آواز کی سنک پاتا تو دم بخود ہو کر اُسی طرف بھاگتا تھا کہ کہیں اُسکی پیاری موتی نہ ہو۔ آدھی رات گذر گئی لیکن ابتک موتی کا کہیں پتہ نہ ملا درد اور تکلیف کے مارے بیچارے چوپان کی بری حالت تھی لیکن تو بھی سب طرف ڈھونڈتا پھرتا تھا کہ کہیں اُس کی پیاری موتی کا پتہ ملجائے صبح کا ستارہ چمکنے لگا اور ایک جھاڑی میں موتی کی دردناک آواز سننے میں آئی چوپان کا دل خوشی کے مارے اچھلنے لگا۔ فوراً اُسی طرف کو دوڑا دیکھتا کیا ہے کہ جھاڑی میں موتی تڑپ رہی ہے۔ چوپان نے کانٹوں کا کچھ خیال نہ کیا اور فوراً جھاڑی میں گھسکر موتی کو نکال لیا۔ پھر کیا کہنا تھا چوپان سب درد اور تکلیف بھول گیا۔ جان میں جان آگئی خوشی کے مارے اسکے آنسو نکل رہے تھے۔ اپنی پیاری موتی کو کندھے پر رکھ کر گھر کی طرف بھاگا جاتا تھا۔ گھر پہنچکر چوپان نے اپنے دوستوں کی دعوت کی اور اپنی کھوئی ہوئی بھیڑ کے ملنے کی بڑی خوشی منائی۔ **نتیجہ**۔ پیارو جب ہم بھٹک گئے تھے اور گناہ میں پڑے تھے ہمارا پیارا خداوند جو ہمارا اچھا چوپان ہے ہم کو بچانے کے لئے دنیا میں آیا اور اپنی جان بھی دیدی۔ کیا اب بھی تم اُسکی محبت کی قدر نہ کرو گے۔ **آہ کیسا عجیب پیار!**

الراقمہ ۔ ل چارلس مسیح۔ معرفت ٹیگن صاحب چاپلین چھاؤنی انبالہ

اشتہار ۳/۳

الہ آباد اگریکلچر انسٹیٹیوٹ نے آٹھویں جماعت پاس شدہ طلباء کے لئے ایک چار سال کا اگریکلچر کا کورس کھول دیا ہے اور یہ امید ہے کہ کچھ عرصے کے بعد یہ انسٹیٹیوٹ انٹرمیڈیٹ کالج جس میں صرف اگریکلچر سکھایا جائیگا منظور ہو جائیگا۔

ایک اور جماعت بھی کھولی جاویگی جس میں طلباء کو الہ آباد یونیورسٹی کے انٹرینس امتحان کے لئے تیار کیا جائیگا لیکن اس جماعت میں وہ طلبا داخل نہیں کئے جائینگے جن کا غیر لازمی مضمون فزکس اور کیمسٹری ہوگا زیادہ اطلاع کے لئے پرنسپل کالج ہذا سے درخواست کرو۔

ایس۔ ہگنیوٹم پرنسپل۔

برنگ ہائی سکول ٹبالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقعہ ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجایش ہے۔ لہذا اطلاع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔ المشتہر

پرنسپل برنگ ہائی سکول ٹبالہ
ضلع گورداسپور

ضرورت ۲/۱

دو اینگلو ورنیکولر مڈل پاس نوجوانوں کی ضرورت ہے جن کو نرسنگ کا کام سکھا کر ہسپتال کے سٹاف میں شامل کر لیا جائیگا۔ درخواستیں ذیل کے پتے پر بھیجنی چاہئیں۔

المشتہر:۔ میڈیکل افسر انچارج
مشن ہاسپٹل جگادھری ضلع انبالہ

کرسچن بک سٹور لودھیانہ

اردو کی پہلی کتاب	۲ر	رومن پنجابی پرائمر	۱ر
دوسری	۳ر	تیوہار۔ اسلام میں مسیح	۱ر
صحت کی تدبیر	ر	ینابیع القرآن	۳ر
مسئلہ التخلیق	۲ر	ویدوں کی اصل	۳ر
صراط المستقیم	۸ر	دو سوال	۳ر

ملنے کا پتہ۔ **منیجر کرسچن بک سٹور لودیانہ**

دستور العمل نورافشان

سالانہ قیمت ہندوستان کے حدود کے اندر ۲ر ۲
" " غیر ممالک سے ۳ر ۸
قیمت ہر حالت میں پیشگی لی جائیگی۔

شرح اُجرت اشتہارات

مقدار اشتہار	سہ ماہی	ششماہی	سال تمام
کالم کا ¼ حصہ	معہ	۲عہ	۲عہ
چوتھائی کالم	۲عہ	۲عہ	للعہ
نصف کالم	۲عہ	للعہ	معہ
پورا کالم	للعہ	معہ	۱
پورا صفحہ	۱	ماصہ	سا

سہ ماہ سے کم عرصے کے لئے ہر ایک اندراج فی سطر ۲ر لیکن کسی اشتہار کے لئے عہ روپیہ سے کم نہ لیا جائیگا۔

کرسچن بوائز بورڈنگ سکول لودیانہ

۱۸۷۵ء سے قائم ہے

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۱۴ء سے تین جماعتیں لوئر پرائمری کی ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔

مڈل ہائی کے طالب علم برائے حصول تعلیم مشن ہائی سکول میں داخل ہوتے ہیں۔

خرچ خوراک فی طالب علم چھ روپیہ ماہوار اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری فیس کا ⅔ ہے متفرق خرچ اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم ہے۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جز کشا ماعہ سے ماللہ روپیہ اور کرد کو نل عہ سے صعہ روپیہ تک مل سکتا ہے۔ مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

مژدہ

منیجر نورافشاں کی طرف سے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جو خریدار ایک نیا خریدار نورافشاں بنا کر اس کا پتہ منیجر کے دفتر میں بھیجدیوے اور اُن کے نام پر نورافشاں کم از کم ایک سال کے لئے جاری کرادیوے تو ایسے خریدار کو ایک ماہ مفت اخبار دیا جائیگا۔

منیجر نورافشاں

پادری ڈبلیو سے کلارک صاحب ایم۔اے منیجر نورافشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا۔